پروفیسر خالد شبیر احمد*

حکمرانی اور اسلامی تعلیمات

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جس میں حکمرانی کے لیے واضح ہدایات موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران میں امت مسلمہ کو دعوتِ الی الخیر اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم دے کر اُن پر واضح کر دیا:

''ان لوگوں کی مانند نہ ہو جاؤ جو فرقوں میں بٹ گئے اور اپنے پاس کھلی ہوئی ہدایت آنے کے بعد بھی اختلافات میں پڑ گئے۔ ان سب کے لیے بڑا عذاب ہے۔''

ان آیات کی حکمت بھی یہی ہے کہ جن لوگوں نے حکمرانی کے ذریعے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینا ہے۔ اُن کے درمیان اتفاق واتحاد کا ہونا ضروری اور لازمی امر ہے۔ اگر وہ آپس میں متفق ومتحد ہوں گے تو فریضہ حکمرانی کامیابی کے ساتھ سرانجام دیں گے اور اگر آپس میں متفق نہیں ہوں گے تو پھر اپنے فرائض حکمرانی کو بھی بہ احسن سرانجام نہیں دے سکیں گے۔

ویسے بھی اقتدار، حکومت ایک ایسی چیز ہے۔ جس کے لیے اتحاد واتفاق کا ہونا ضروری ہے۔ خود اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اسی اصول کی کارفرمائی مشاہدے میں آئی ہے کہ حکمرانی اُن کے لیے ہے' جن کے درمیان اتحاد واتفاق ہوگا۔ جس قوم کے افراد میں انتشار ونفاق ہوگا' دراصل وہ حکمرانی کے قابل ہی نہیں رہی۔ بلکہ اُس قوم کو کسی دوسری منظم قوم کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور اُن کی قسمت میں آزادی نہیں بلکہ غلامی لکھ دی جاتی ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا جو حکم دیا ہے۔ اس کی تکمیل اسی وقت ہوسکتی ہے جب کہ امر بالمعروف کے فرض کو پورا کرنے والے ظالموں اور حد سے بڑھنے والوں کے خلاف اپنے اس فریضے کی انجام دہی کی قدرت رکھتے ہوں اور یہ قدرت اُس وقت ہی حاصل ہوسکتی ہے جب دین والوں اور حق پر ثابت قدم رہنے والوں کے درمیان الفت اور محبت ہو' اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو اختلاف اور پھوٹ کے خلاف متنبہ کر دیا تاکہ اس کی وجہ سے وہ امر بالمعروف کے فرض سے عاجز نہ ہو جائیں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ حکمرانی کے لیے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پہلا کام امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے اور یہ کام اُس وقت تک کامیابی کے ساتھ سرانجام نہیں دیا جاسکتا' جب تک کہ آپس میں مکمل اتحاد، اتفاق، یکجہتی، محبت والفت نہیں ہوتی۔ گویا دینی نکتہ نظر میں حکمرانی کے لیے پہلی تلقین اتحاد واتفاق ہے۔

---

* سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

امر بالمعروف صرف دینی فریضہ نہیں بلکہ سیاسی ذمہ داری بھی ہے۔اسلام میں دین اور سیاست جدا جدا نہیں ہیں۔بلکہ اسلامی سیاست دین کے تابع ہے اور اگر سیاست کو دین سے جدا کر دیا جائے تو اُس کا نتیجہ اس وقت ہم اپنی آنکھوں سے پاکستان کے اندر دیکھ رہے ہیں۔شاید اسی لیے علامہ اقبالؒ نے کہا تھا:

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

علمائے دین اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ امر بالمعروف دعوت بھی ہے، تبلیغ بھی ہے اور سیاست بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اقتدار عطا کرنے سے پہلے فرمایا:

''یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار عطا کریں تو نماز قائم کریں گے، زکوۃ دیں گے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے روکیں گے۔سب کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔'' (سورۃ حج: ۴۰)

اللہ تعالیٰ نے اس امت کے سب سے اونچے طبقے کے لیے یہ ارشاد فرمادیا ہے کہ وہ زمین پر اقتدار حاصل کرنے کے بعد معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے روکیں گے۔جس دعوت حق کو لے کر وہ اٹھے ہیں' عملاً اسے نافذ کریں گے اور جن نظریات وعقائد پر اُن کا ایمان ہے اُسے انسانوں کے درمیان نافذ کریں گے۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ اپنی معروف کتاب ازالۃ الخفاء جلد ا ص ۳۳ پر تحریر کرتے ہیں کہ اسلامی حکمرانی میں حکمران لازماً:

''نماز قائم کریں گے اور زکوۃ دیں گے، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ سارے ارکانِ اسلام کو قائم کریں گے۔معروف کا حکم دیں گے، اس میں علوم دین کا زندہ کرنا' بھی شامل ہے۔منکر سے منع کریں گے۔اس میں کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور ان سے جزیہ لینا بھی شامل ہے۔کیونکہ کفر سے بڑا منکر کوئی نہیں اور اہل کفر کو منع کرنے کی سب سے آخری شکل یہ ہے کہ انہیں قتل کیا جائے اور ان سے جزیہ لیا جائے پھر اس نہی عن المنکر میں نافرمان مسلمانوں پہ حدود قائم کرنا اور تعزیرات کا جاری کرنا بھی شامل ہے۔''

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

''امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تکمیل شرعی سزاؤں کے نفاذ کے بغیر نہیں ہوسکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ اقتدارِ حکومت کے ذریعے ان کاموں کو بھی روک دیتا ہے جو قرآن کے ذریعے نہیں رُکا کرتے۔حدود قائم کرنا' حکام پر واجب ہے اور یہ چیز حاصل ہوتی ہے واجبات کو چھوڑنے اور محرمات کے ارتکاب کرنے سے۔''

اس ساری بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا قرآنی حکم صاحبِ اقتدار لوگوں سے پوری شریعت اسلامیہ کا نفاذ چاہتا ہے، اسلامی حکومت اور اسلامی ریاست میں حکمران خود اللہ تعالیٰ کے مطیع وفرمانبردار

ہوتے ہیں۔ان کی کسی حرکت اور کسی عمل سے خودسری اور اللہ سے بغاوت کا مظاہرہ نہیں ہوتا' تب جا کر وہ اس قابل ہوتے ہیں کہ لوگوں سے احکامات کی تکمیل کرائیں۔

یہ بات بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ اوپر دی گئی تشریحات سے دینِ اسلام کے چند بنیادی تقاضوں کی طرف ہی اشارہ کیا گیا ہے۔اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اسلامی ریاست کے لیے صرف ان ہی چند باتوں کے لیے پابندی لازمی اور ضروری ہے بلکہ اسلامی حکمرانی پورے دین اسلام کی اطاعت اور دین اسلام کی خدمت کے لیے لوگوں کو پابند کرنے کی ذمہ دار ہے۔امر بالمعروف ونہی عن المنکر تو اسلامی حکمرانی کا ایک خصوصی وصف اور اس کی پہچان ہے جس سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ یہاں پر اسلامی حکومت ہے یا نہیں ہے۔لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اپنے اندر ایک بڑی وسعت رکھتا ہے۔معروف میں ہر وہ عمل اور عقیدہ شامل ہے جس کی شریعت نے تعلیم دی ہے اور منکر میں ایسے تمام عقائد، نظریات، اعمال شامل ہو جاتے ہیں جن کا شریعت یعنی دین محمدی سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

علامہ محمد خطیب التوفی ۹۷۷ھ نے اسلامی ریاست کے حکمرانوں کے اس وصف کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

''وہ معروف کا حکم دیں گے یعنی ان چیزوں کا حکم دیں گے جن کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے اور منکر سے منع کریں گے یعنی جن چیزوں سے آنحضرت ﷺ نے اور ان کے اللہ نے منع فرمادیا ہے۔''

بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اسلامی حکمرانی میں امتیازی شان یہی ہے کہ حکمران اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے بلکہ جو کچھ بھی کرتے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی تعمیل ہی ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کو بلاکم و کاست نافذ کرتے ہیں اور ان کا پورا نظام اللہ تعالیٰ کے احکامات کے تابع ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ابن عربی مالکیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''امر بالمروف ونہی عن المنکر دین کی بنیاد اور مسلمانوں کی خلافت کی اساس ہے''(احکام القرآن جلد ا ص ۲۹۲)

امام ابن تیمیہؒ نے اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

''جب پورا دین اور تمام حکومتی مناصب دراصل امر اور نہی سے عبارت ہیں تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ امر جسے دے کر اللہ نے اپنے رسول کو بھیجا ہے۔امر بالمعروف ہے اور وہ نہی جسے دے کر اللہ نے اپنے رسول کو بھیجا ہے وہ نہی عن المنکر ہے' اور یہی امر بالمعروف ونہی عن المنکر نبی اور اہل ایمان کا وصف ہے''(الحسبۃ فی الاسلام ص ۳۷)

اسلامی ریاست میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اصل ذمہ داری حکمرانوں پر عائد ہوتی ہے۔کہ وہ ریاست کے اندر معروفات کو قائم کریں اور منکرات کو مٹائیں اگر وہ اس کام کو چھوڑ دیں تو اسلامی ریاست اپنے مقاصد میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی۔اس لیے حکمرانوں کے لیے یہ واجب ہے، وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر عمل کریں۔صرف واجب ہی نہیں بلکہ سب سے بڑھ کر واجب ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ اصل طاقت ان کے ہاتھ میں ہی ہوتی ہے اور

طاقت ہی وہ ذریعہ ہے جو عملی میدان میں بروئے کار لایا جاسکتا ہے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو عملی صورت دی جاسکتی ہے۔ اگر کوئی حکمران ایسا نہیں کرتا تو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں وہ بڑا گنہگار رہے۔ وہ اللہ کے سامنے جواب دہ ہے کہ تمھیں اقتدار دیا گیا۔ لیکن تم نے اس اقتدار سے میری اطاعت کروانے اور کرنے سے کام نہیں لیا، بلکہ اپنی خواہشات کی تکمیل، نمود ونمائش کروفر میں پوری مدتِ اقتدار کو ضائع کر دیا۔ جبکہ تم اس بات کے ہرگز مجاز نہیں تھے۔

یہ مسئلہ خاص طور پر پاکستان کے حوالے سے اور زیادہ ضروری ہوجاتا ہے کہ اس ملک کو ایک نظریاتی ملک کہا جاتا ہے۔ جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ جس کے آئین میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا اعلان موجود ہے۔ جس کے آئین میں اسلامی مساوات کی شق موجود ہے۔ جس کا آئین اسلام کو سرکاری مذہب قرار دیتا ہے جس کے آئین میں قادیانی غیر مسلم قرار دیئے جاچکے ہیں۔ اس ملک میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر عمل کہاں تک ہونا چاہیے تھا اور کہاں تک ہو رہا ہے؟ اس پر سوچنے کی اس وقت اشد ضرورت ہے۔ اور دوسری بات جس کی اشد ضرورت ہے وہ دین کے نام پر کام کرنے والی طاقتوں کا آپس میں اتفاق واتحاد ہے۔ جس کے بغیر اس ملک میں دین کے حوالے سے کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دیا جاسکتا:

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

ماہانہ مجلس ذکرو اصلاحی بیان

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

24 نومبر 2005ء
جمعرات بعد نماز مغرب

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961